حکیم محمد سعید دہلوی (ہمدرد)

مردِ مومن

اس سال ماہ رمضان المبارک کی بات ہے، مکۃ المکرّمہ میں حرم شریف میں تراویح کے بعد باہر آیا، دیکھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بھی آ گئے ہیں۔ ان کو چلنے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ غالباً گھٹنوں میں درد زیادہ تھا، میں آگے بڑھا، حسب معلوم ادب و احترام سے جھک کر ان کی خدمت میں ہدیہ سلام مسنون پیش کیا۔ مولانائے محترم کی ملاقات کا ایک خاص انداز تھا۔ اس میں، میں نے تو کبھی کوئی فرق پایا نہیں۔ چہرے پر بشاشت و نور، دل میں سرور جس کا اظہار آنکھوں کے نور سے ہوتا۔ چہرہ کھل جاتا اور آنکھیں لال ہو جاتیں۔ بے اختیار مصافحہ فرماتے اور اکثر معانقہ فرمائتے۔ میرے ساتھ ان کا ہمیشہ یہی سلوک رہا اور اس میں فرق کبھی نہ آیا۔ یہ صحیح ہے کہ مجھے یہ فخر حاصل نہیں کہ میں ان سے بہت قریب تھا، یعنی رات دن ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا، ہاں اس میں کلام نہیں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے دل سے قریب تھے۔ اکثر و بیشتر رمضان المبارک میں ان سے مدینہ منورہ میں شرفِ ملاقات و صحبت حاصل ہوا کرتا تھا۔ اس سال بھی مکۃ المکرّمہ میں رات بعد تراویح ملاقات ہوئی تو میں نے پروگرام پوچھا، ارشاد ہوا۔ ''بس ابھی ٹیکسی سے مدینہ منورہ روانہ ہو رہا ہوں۔''

میں نے دل میں کہا۔ ''عجیب مرد مومن ہے، گھٹنوں میں ایسی تکلیف کہ چلنے میں تکلیف، ضعف نمایاں، مگر ہمت ہے کہ اب روانہ ہوں گے اور نماز تہجد مدینہ منورہ میں جا کر ادا فرمائیں گے۔ دل چاہا کہ مشورہ دوں کہ رات کو آرام فرما لیجئے، صبح مجھے شرف ہمسفری عطا فرمائیے، مگر میں جانتا تھا کہ وہ ارادے کے پکے اور عزم کے جوان ہیں۔ بات نہیں مانیں گے۔ میں خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں حیرت ہے کہ ایک دن بھی ان سے ملاقات نہ ہوئی۔ اس سال مسجد نبوی میں اعتکاف کے لئے حد بندی کی اجازت نہ تھی۔

عید الفطر پر میری آنکھوں نے ان کو مسجد نبوی میں اور باہر تلاش کیا، مگر شرفِ دید مقدر میں نہ تھا اور یہ کیا

معلوم تھا کہ میں ہنوز سفر میں ہوں گا اور مولانائے بنوری رختِ سفر پھر باندھ لیں گے اور اس بار ایسے سفر پر ان کی روانگی ہوگی کہ جہاں سے واپسی کی کوئی صورت نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الازہر عالی مرتبت ڈاکٹر شیخ عبدالحلیم محمود چند سال ہوئے میرے ہاں تھے۔ اس ایک مجلس میں، میں نے مولانائے مرحوم سے درخواست کی کہ وہ ازرائے لطف وکرم شریک تبادلہ خیال ہوں۔ مولانا محترم نے میری درخواست کو شرف قبول بخشا۔ محترمی جناب جسٹس قدیرالدین، محترم جناب خالد اسحٰق اور دوسرے احباب بھی تھے، یہ مسئلہ تھا کہ ممالک اسلامیہ میں قانون اور دستور اسلام کیوں رائج نہیں ہوسکتا۔ اس مجلس میں مولانا بنوریؒ نے جس وضاحت سے اور بے باک ہوکر مسئلے پر روشنی ڈالی، اس کا اثر میرے دل پر ہوا۔ اور یقیناً شیخ الازہر کے لئے ان کے ارشادات وجہ فکر ہوئے۔ جب ہماری دعوت پر کنگرس عالمی سیرت نبوی میں دوبارہ شیخ الازہر پاکستان آئے تو ان کو مولانا بنوریؒ سے ملاقات کا ازحد اشتیاق تھا اور جب میں الازہر قاہرہ گیا تو شیخ الازہر نے مولانا بنوریؒ کے بارے میں ضرور دریافت کیا۔ ان ہی دنوں قاہرہ کی سڑکوں، بازاروں میں نوجوانان الازہر غیر اسلامی قوانین اور غیر شرعی روایات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کررہے تھے۔ نوجوانان الازہر کے دلوں میں اسلام کے نور نے جب روشنی کی تو حقائق کو اندھوں نے بخوبی دیکھ لیا۔ اس بلند احتجاج نے فکر حکومت پر اثر انداز ہوکر بعض طاغوتی طاقتوں کو قاہرہ میں کمزور کردیا اور پالیسیوں میں واضح تبدیلی آئی۔

مسئلہ ختم نبوت جب چند سال ہوئے شدومد کے ساتھ سامنے آیا اور مذہبی سے زیادہ سیاسی مسئلہ بن گیا تو اس میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے جس اعتماد کامل اور عزم غیر متزلزل کے ساتھ اور قول وفعل کے توازن کے ساتھ اس مجاہدانہ مہم کو رہنمائی دی، وہ ان کے مزاج، ان کے دل ودماغ اور ان کے فکر وعمل کی عظمت کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ اس تحریک کو کمزور کرنے کے لئے اور واقعۃً اس کو ختم کرنے کے لئے سرکاری ٹھیکیدارانِ مذہبی امور نے مولانائے محترم کی ذات پر شدید حملے کئے۔ یہ مذہبی چور اخبارات میں بڑے بڑے اشتہارات سے مولانا بنوریؒ کے مقام کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے، مگر میں نے دیکھا کہ گو مذہبی امور کے ٹھیکیداروں کی ساری مشنری حرکت میں تھی، مولانا پر اس کا مطلق کوئی اثر نہ تھا۔ وہ اپنے مسلک پر شدت سے قائم تھے اور تحریک کو نہوں نے انتہاؤں کو پہنچادیا۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کا سرکاری فیصلہ بہرحال مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی تحریک کے تابع تھا۔ سرکاری نیت اور فیصلے کے غماز تو وہ اشتہارات تھے جو اس تحریک کے قائد کے خلاف ملک کے ہر ہر اخبار میں بہ صرف زر کثیر شائع کرائے گئے۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی ذات وجہ خیر وبرکت تھی، ان کی ذات سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، وہ ہر کہ ومہ کے لئے سامانِ خیر کے لئے ہمیشہ مستعد رہا کرتے تھے، مشاورتی مجلسوں میں ان کی موجودگی اس کی

ضمانت ہوتی تھی کہ مجلس کا کوئی فیصلہ دین کے منافی اور شرع کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اس عنوان پر انکی فکسر اور عملی توانائیوں کے اظہار کے لئے دوراہے کا کوئی وجود نہ تھا۔ یقین کامل اور عزم راسخ ان کے کردار کے بڑے اہم پہلو ہیں۔

دینی درسگاہوں میں مولانا بنوریؒ کا قائم کردہ دارالعلوم مینار نور و ہدایت ہے، انہوں نے دین کے ہر تقاضے کا احترام قائم رکھتے ہوئے دارالعلوم کو وقت کے تقاضوں سے غیر آہنگ نہ ہونے دیا۔ اس دارالعلوم میں دنیا کے بہت سے ممالک کے طلبہ علوم اسلامیہ کی تربیت حاصل کرتے رہے اور پھر اپنے ملکوں میں جاکر اسلامی تحریک کے قائد بنتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ پاکستان کے جتنے دارالعلوم ہیں ان کو مولانا بنوریؒ کے قائم کردہ ادارے سے بہت کچھ سیکھنا چاہئے۔

۱۹۷۲ء میں واشنگٹن (امریکہ) میں گورنر والیس پر قاتلانہ حملہ ہوا تو موقع واردات پر اخبار نویس تین منٹ میں پہنچ گئے۔ اس ذیل میں سب سے بڑا اعتراض اور سب سے اہم کوتاہی اور تاخیر یہ قرار پائی کہ ایمبولینس ساڑھے چار منٹ میں کیسے آئی۔

احساس فرض اور احترام جانِ انسان کا یہ امریکی معیار ہے۔ حیرت ہے کہ اسلام آباد کے ہاسپٹل میں فخر اسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ تڑپا کئے اور گھنٹوں ایمبولینس نہیں آئی...... مجھے حضرت محترم کی رحلت کا دکھ ہے اور شدید و ناقابل فراموش دکھ ہے، مگر ایک درد یہ ہے کہ اگر ان کو صحیح طبی امداد مل جاتی تو اس جان عزیز کو بچایا جاسکتا تھا اور پھر شاید اسلامی نظریاتی کونسل کے فیصلے زیادہ متوازن ہوتے اور صحیح تر۔ جہاں تک ایسے انسان کی ضرورت تھی اور ہے کہ جو شدت فی امر اللہ کی خصوصیت میں بدرجہ کمال رکھتا ہو۔

یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی.

> ''اسلام کو موجود معاشی تحریکوں پر منطبق کرنا، ان کی سراسر مادی تعبیریں کرنا اور کھینچ تان کر نصوص سے وہی کچھ منوانا جو آج کے معاشیین کہتے ہیں، بدترین غلطی ہے اور مقام نبوت سے بے خبری کی دلیل ہے۔'' (بصائر و عبر، جمادی الاولی ۱۳۸۹ھ)